

داعی کبیر شیخ مصطفی السباعی علیہ الرحمۃ

تخصیص و ترجمہ: سمیع الحق

دیارِ محبوب کا ایک سفر

داعی کبیر بطل اسلام شیخ مصطفی السباعی علیہ الرحمۃ جن کا پچھلے سال دمشق میں انتقال ہوا ملت اسلامیہ کے ان مخلص قائدین میں سے تھے جن کی زندگی کے تمام لمحات دینی دعوت اور دین کی جان سودی اور کلمۃ اللہ کی سر بلندی کی جدوجہد میں صرف ہوئے دعوت و تبلیغ تصنیف و تالیف جہاد و سرفروشی کا کوئی عاذ ایسا نہ تھا جس کی صفِ اَدَل پر ملت کے اس غنوار نے باطل کا مقابلہ نہ کیا ہو۔ اس عزم و شہرت کے باوجود ان کا دل اسلاف کی محبت سے معمور اور علمی گھنٹہ و غرور سے پاک تھا۔ اور طویل جائگسل علالت کے دوران صبر و صفا کے وہ نقوش خبت کے مجسمی نظیر مشکل سے ملے گی خوش قسمتی سے اسی سفر حجاز کے دوران جس کے تاثرات آپ نیچے پڑھیں گے اس ناچیز کو بھی مدینہ طیبہ اور مکہ مکرمہ میں ان سے کئی بار ملنے کی سعادت حاصل ہوئی بسترِ مرگ پر دراز ہونے کے باوجود ان کی ہر بات اسلام کے سوز سے لبریز تھی اور ملتِ مسلمہ کے نشاۃ ثانیہ کیلئے ان کا دل تڑپ رہا تھا۔

سمیع الحق

میرے خواہش نہیں تھی کہ اپنے پچھلے سال کے سفر بیت اللہ الحرام اور اداء شعار حج کے بارہ میں کچھ لکھتا مگر اس سفر مبارک کے بعض مفید اور عبرت انگیز نصیحت آموز مشاہدات نے مجھے "حضارۃ الاسلام" میں اپنے تاثرات کے اظہار پر آمادہ کیا۔ بارگاہِ خداوندی سے امید ہے کہ اس تحریر کے اغراض و محرکات کے بدلے مجھے اجر و ثواب ملے اور قارئین کے دلوں میں جاگزیں ہو کر بہترین نتائج پیدا ہوں۔ اس سے قبل بھی دو مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اداء شعار حج کی توفیق دی پہلی مرتبہ ۱۳۶۲ھ اور دوسری مرتبہ ۱۳۶۱ھ میں جبکہ میں نے کھیت الشریعہ دمشق کے اساتذہ و طلبہ کی جماعت سمیت بلادِ مقدسہ کی زیارت کی۔

اس کے بعد میں دو سال تک اس شدید مرضِ فالج کا شکار رہا جس کے تکلیف وہ اثرات کو اب تک برداشت کرتا رہا ہوں۔ وہاں خالیکہ میں خداوند قدوس کے پے درپے انعامات و اکرامات اور

اس کی مرضیات قضا و قدر کے فیصلوں پر صابر و شاکر ہوں۔ میرا قلم اللہ عزوجل کی قدرت کاملہ، جلال و قدس کے انہار اور احسانات عظیمہ کے حق شکر و حمد ادا کرنے سے قاصر ہے۔

پچھلے رمضان المبارک میں اچانک میری مرض میں اضافہ ہوا درد و کرب اور تکلیف کے ایسے عوارض پیش آئے کہ اس طویل مرض میں مجھے پہلے اُن کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ بالخصوص رمضان کی آخری مبارک راتوں میں مرض کی شدت اتنا کوجہنچ گئی۔ درد و آلام کے مارے میری آنکھ نہ لگتی اور رات بھر کر دُش بدلتا رہتا۔ ان طویل راتوں کی تنہائی میں تفکرات و آلام کے ہجوم کے دوران بارگاہِ خداوندی میں فریادیں کیلئے ایک قصیدہ موزوں ہوا جس کا عنوان ہے۔

یا سائتہ الطغون نحو البيت والحرم دُخوطیبة تبغی سید الامم

اور کئی راتیں جب درد و اذیت کے صدمے ناقابل تحمل ہو جاتے تو مجھ پر رقت طاری ہو جاتی، دل و دماغ میں جذبہ شوق کے طوفان اٹھنے لگتے اور بارگاہِ خداوندی میں نالہ و شہیون کا ظہور اس قصیدہ کے اشعار کی شکل میں ہوتا رہا اور اندر دنی جذبات ابیات کے قالب میں ڈھلتے رہے۔ اسی سوز و ساز میں تقریباً ایک سو اشعار موزوں ہوئے۔

۱۔ اے سواری ہانکنے والے بیت اللہ اور حرم پاک کی جانب اور سید الامم کی خاطر مدینہ طیبہ کی طرف۔

۲۔ اس قصیدہ کے بعض اشعار اہل علم کے محظوظ ہونے کیلئے درج کئے جاتے ہیں جو فقید مرحوم کے وصال کے بعد صحفۃ الاسلام کے مدد خاص میں شائع ہوئے۔

اعتاب بابلک اشکوا البرح من سقمی

من شدة السقم لم اغفل ولم اُغم

انا الوحید جفاة النور من ألم

والیوم لا شیئی غیر القول والقلم

تدعوا لی اللہ عوداً عالمی العلم

فی حومة الحق جلد اغیر من مزم

خلوا من الهم او خلوا من الهم

اوق محبت وقول صادق الکلم

تولیه للناس من غیر من کرم

بنو دجہلک زجوا کشف ذی الظلم

ان الیوس کفور الفضل والنعم

یا سیدی یا حبیب اللہ حببت الی

یا سیدی قد تمادی السقم فی جسدی

الاهل حولی غرق فی رقاد هم

قد عشت دھراً مدیداً فی رقاد هم

یا سیدی طالع شوقی للجهاد فہل

فاکرم الناس من کانت منیة

واھون الناس من جادت منیة

یا سیدی یا حبیب اللہ معذرة

من کان یہو الک حقاً کیف یجد ما

الیوم انذیک والاحوال مظلمة

وکیف ایاوس والآلام عنا مسرة

اس طویل قسیدہ میں میں نے بارگاہِ قدس میں دامن سوال پھیلا یا ہے۔ اور اس سے اس کی حرم کی رحمت واسعہ تک رسائی کی التجائیں کی ہیں۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مقدس و پاکیزہ روضہ مطہرہ اور ان مبارک کا ذکر کیا ہے۔ جہاں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوتِ خالدہ اور ابدی پیغام کو پھلنے پھولنے کا موقع ملا۔ نیز اس قسیدہ میں معاف اور مریضوں کی شفاء میں حضور کے اعجازِ سبحانی اور معجزاتِ باہرہ کا تذکرہ بھی آیا ہے۔

اس کے بعد اشہر حج شروع ہوئے اور میری بیماری دن بدن شدت اختیار کر رہی تھی۔ دعوتِ ربانی ندائے ابراہیم خلیل علیہ السلام پر لبیک کہنے والے خوش نصیبوں کی روانگی حجاز مقدس شروع ہو چکی تھی۔ اچانک میرے دل میں بھی یہ تڑپ اور دلولہ بیدار ہوا کہ سفر حج کی مشقتوں میں میں بھی اس کا روانہ عشاق میں شامل ہو جاؤں شاید عرفات کی مبارک شام کی رحمتیں اور برکتیں مجھے بھی اپنے اندر سمیٹ لیں اور اللہ تعالیٰ کی وہ خوشنودی مجھے بھی نصیب ہو جس کی بشارتیں احادیث صحیحہ میں دی گئی ہیں۔

اس جذبہ کے جاگ اٹھنے پر میں نے پاسپورٹ کیلئے کوشش شروع کی۔ ادھر میرے خویش واقارب احباب و رفقاء کو اس ارادے سے سخت حیرت ہوئی اور ازراہ شفقت اس زار و تزار جان بلب مریض کو اس طویل سفر سے باز رکھنے کی کوششیں کیں جو ضعف کے مارے بسترِ علالت پر خود کروٹ بھی نہ بدل سکتا تھا۔ بالآخر جب انہیں میرے بارہ میں مایوسی ہوئی تو باصرار سب نے مشورہ دیا کہ میں اذلاً مدینہ طیبہ جاؤں اور موسمِ حج کے اختتام تک وہاں رہوں۔ پھر بعد از موسمِ حجاج کرام کے ہجوم و ازدحام ختم ہونے پر بغرضِ عمرہ کہ معظمہ چلا جاؤں۔ مگر میں نے سوچا کہ اس سے بڑھ کر بد قسمتی اور خسارہ کیا ہوگا کہ اتنا قریب رہ کر بھی میں عرفات کی اس مخصوص رحمت و برکت سے محروم رہوں جو حضرت حق جل مجدہ کی جانب سے اس کے دفا شعار بندوں پر اس دن نازل ہوگی اور رحمت سیٹھنے کا یہ قیمتی موقع کھونے کے بعد وہاں جاؤں میں نے اٹل فیصلہ کیا کہ مجھے سعادتِ حج حاصل کرنی ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ کی جو مرضی ہو۔ اگر وہ مجھے سلامتی واپس لوٹائے تو دولتِ ایمان و سعادتِ زیارتِ حرمین لیکر آ جاؤں گا۔ اور اگر اس نے وہاں ہی میری موت کا فیصلہ کیا ہو تو رہے نصیب دیارِ محبوب کی موت اور وصال کی نعمت جس کیلئے میں شدت سے بیتاب ہوں۔ اس سے قبل بیماری کے دوران ہی مجھے تین مرتبہ یورپ جانا پڑا۔ اور ہسپتالوں میں بغرضِ علاج داخل ہوا۔ میرا آخری سفر لیپ گذشتہ جولائی ۱۹۹۳ء کو ہوا۔ اور وہاں مجھے دماغ کا آپریشن کرانا پڑا۔ ان اسفار میں ہر مرتبہ اور ہر شہر میں مجھے مختلف ممالک کے ایسے مختص بجائی ملے جو ہر وقت میری تیمارداری اور آرام و راحت پہنچانے میں لگے رہتے محض دینی اور

اسلامی رشتہ کی خاطر ایک اجنبی کیلئے رات بھر جاگتے اور ایک مسافر مریض کی پریشانیوں کا بوجھ اٹھاتے۔ پھر کیا اللہ تعالیٰ اس سفر میں مشقتیں نہ بھیجے۔ میری دستگیری نہیں فرما دے گا۔ جو سفر کی گفتگوں اور نقل و حرکت کی صعوبتوں میں میری مدد کریں۔ جبکہ میں اس کی بارگاہ عالی میں شغایابی حاصل کرنے جا رہا ہوں۔

— ان تصورات سے میری ڈھارس بندھ جاتی — میرا حوصلہ اور بھی بلند ہونے لگا۔ اور وہ مبارک گھڑی بالآخر آپہنچی۔ ۲۳ ذی قعدہ کو دمشق سے روانہ ہو کر مدینہ منورہ پہنچا اور بارہ روز تک وہاں ٹھہر کر مکہ معظمہ چلا گیا اور تیسری مرتبہ اللہ تعالیٰ نے مجھے فریضہ حج کی ادائیگی کی توفیق دی۔ حج کے بعد چند دن تک مکہ معظمہ کی روح پرور فضاؤں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ اور وہاں سے دوبارہ مدینہ طیبہ لٹا کہ دطن کی واپسی سے قبل چند دن مزید ہزار رسول کریم الصلوٰۃ والسلام کی سعادت حاصل کروں لیکن مدینہ طیبہ میں مجھے اچانک ایسی شدید گرمی کا سامنا کرنا پڑا جسکی تاب میرا نحیف و نزار جسم نہیں لاسکتا تھا۔ چنانچہ جلدی حجاز کے بہترین اور خوبصورت گرمائی مقام طائف میں چند دن ٹھہرنے کے خیال سے مجھے دوبارہ مکہ معظمہ واپس ہونا پڑا۔

طائف جس سے حضور نبی کریم علیہ السلام کی حیات مبارکہ کے عبرت انگیز واقعات وابستہ ہیں۔ بہار کا موسم بھی ایک حالت پر نہیں رہتا۔ فالج اور اعصابی مریض کے لئے ایسا موسم بہت مضر رہتا ہے۔ اس لئے چند دن مکہ معظمہ میں ٹھہر کر میں نے واپسی کا عزم کر لیا۔ تاکہ گرمی کا باقی موسم دمشق ہی میں گزار سکوں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس تقریب سے ان چند منعمات خداوندی کا ذکر کروں جس سے مجھے خداوند تعالیٰ نے اس سفر میں نوازا۔ اور یہاں کے خیر و برکت کے بارہ میں میرے تصورات، مشاہدات اور یقین سے بدل گئے۔

اسلامی اخوت کے ٹوٹ رشتے | پہلی نعمت یہ کہ خداوند تعالیٰ نے دمشق کے ہوائی اڈے سے روانگی سے لیکر دیار مقدس سے واپسی تک مجھے اخوت اسلامی کے پیکر ساتھیوں سے نوازا جنہوں نے تمام سفر میں مجھے اپنی شفقت و عنایت سے نوازا۔ ان میں سے اکثر کو نہ میں پہچانتا تھا۔ اور نہ وہ میرے ہم وطن تھے۔ مگر اسلام کی عالمگیر برادری بھی جس کی وجہ سے وہ میرے ساتھ ایک بھائی کی طرح سلوک کرتے تھے۔ یہ ایک ایسا مقدس رشتہ ہے جس کی راہ میں ساری رسمی جغرافیائی حدود اور دوریاں بیچ ہیں۔ جیسا کہ مشاہدہ ہے کہ آج دنیا بھر میں کوئی ایسا عقیدہ اور نظریہ نہیں جو ایسی صاف پاکیزہ اخوت انسانی پیدا کرے جو ہر طرح کی عادی اغراض اور حرص و دلچسپی کے شاہوں سے پاک ہو جن لوگوں کو خداوند تعالیٰ نے اخوت اسلامی کے تقدس پر ایمان کی

دولت سے نوازا ہے۔ اور جو لوگ اس رشتہ کے استحکام اور مضبوطی کیلئے اپنی پوری علمی و فکری قوتیں خرچ کر رہے ہیں۔ انہیں اسلام کی اس امتیازی نعمت و طاقت کی سچی قدر و قیمت معلوم ہو سکتی ہے۔ ہم پوری بصیرت اور یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ بے چین دنیا کے امن اور سلامتی کے لئے صرف وہ پاکیزہ اسلام ہی امن اور سکون دے سکتا ہے۔ جسکی بنیادیں ایسے مقدس رشتوں پر استوار ہوئیں اور جسکی ہدایت سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے دنیا کی تمام سرحدات اور رکاوٹوں کو ہٹا کر ہٹا دیا۔ اور جس کیلئے دنیا کو امن و سلامتی کا پیغام دیا۔ آج پھر اسلام ہی سے دنیا کو برادری اور سلامتی کی دولت مل سکتی ہے۔ اور دنیا کی مختلف قوموں میں انسانی برادری کے جذبات ابھر سکتے ہیں۔ وہ اشتراکیت جو انسانی اخوة کی بجائے سوشلسٹ اور لیبر اخوة پر ایمان رکھتی ہے۔ جن کو صرف پیٹ اور مادہ کی مشترکہ جدوجہد نے آپس میں جوڑ رکھا ہے۔ اسلام کی اس پاکیزہ اخوت اور رشتہ کی بلندیوں کو چھو نہیں سکتی جو حرص و مالچ خود غرضی اور جالب منافع غرض دنیا کی تمام آلائشوں سے پاک ہے۔ ان مادہ پرستوں کے رشتے جن نظریات اور اغراض پر استوار ہیں اس نے تو دنیا کو باہمی بغض و عناد جنگ و جدال خود غرضی کی جہنم میں بھونک دیا ہے۔ جو دنیا کی عالمگیر ریڑائیوں اور باہمی اضطراب و انتشار اور شر و جنگ کا باعث بن رہے ہیں۔۔۔ (باقی آئندہ)

غلبہ خشیت

حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سے کسی نے عرض کیا کہ حضرت میں چاہتا ہوں کہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجھے زیارت ہو جائے آپ نے فرمایا کہ بھائی تم بڑی ہمت اور بڑے حوصلہ کے ہو کہ زیارت نبوی کے طالب ہو۔ ہماری لیاقت تو فقط اس قدر ہے کہ اگر گنبد اخضر شریف پر نگاہ پڑ جائے جو مدینہ منورہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر نظر آتا ہے۔ تو بڑی خوش نصیبی ہے۔ ہماری لیاقت اس قدر کہاں کہ ڈیوڑھی پر حاضر ہو سکیں۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص سب سے اخیر میں دوزخ سے گھسٹتا ہوا نکلے گا اور وہ جہنم میں شرد و غل کرے گا۔ کہ اے اللہ میں ہی کیوں رہ گیا۔ حکم ہو گا کہ اسکو یہاں سے نکال کر دوزخ کے کنارہ پر بٹھا دو پس ایسا ہی ہو گا۔ اور اس کا منہ دوزخ کی طرف ہو گا۔ دیر لگے گی زیادہ کرے گا حکم ہو گا کہ دوزخ کی طرف اسکی پشت کر دو۔ پشت کرنا تھا کہ اب جنت نظر آتا شرد و غل ہو گئی۔ اور اس کا ایک دخت نظر پڑ گیا تو عرض کر دیا کہ اے اللہ اس درخت تک پہنچا دیجئے۔ پھر دوسرا دخت نظر پڑ گیا۔ اس کیلئے بھی یہی تمنا کر دیا۔ ارشاد ہو گا یہ کیا ابھی تو ایک ہی درخت تک کی فرمائش تھی اب دوسرے درخت تک کی فرمائش ہو گئی مگر اس پر غلبہ خواہش کا ہو گا۔ اور صبر نہ کر سکے گا پس عرض کئے جائے گا۔ غالباً حضرت امام حسن بصری جو تابعی ہیں یا اور کوئی بزرگ اس حدیث کو بیان کر کے فرما نے لگے کہ کاش! میں وہی شخص ہو جاؤں ان پر کس قدر خشیت تھی اپنے کو کس قدر کم دعب کا سمجھتے تھے کہ اے اللہ میں ہی وہ شخص ہو جاؤں کہ کبھی تو دوزخ سے نکل جاؤں گا۔ (حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی)